ادیان ومسالک:

ایس ۔ ایم۔ حسین ، حیدر آباد

اسلام اور دیگر ادیان ومذاہب
(ایک تقابلی مطالعہ)

دین کی جمع ہے ادیان لغات القرآن میں دین کے معنی ہیں مذہب جس کی جمع ہے مذاہب ، اسلام اور دیگر ادیان کے تقابلی مطالعہ سے پہلے ایک پیمانہ یا معیار کا تعین ضروری ہے اور وہ معیار ہوگا اللہ کی پسند کیونکہ تمام مذاہب کے ماننے والے یقیناً صرف اپنے ہی مذہب کو حق اور بہتر کہیں گے تو آیئے ہم دیکھیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ دین کونسا ہے؟ اور کیوں ہے؟

ایک مسلمان کے لئے جو اللہ اور اس کی کتاب پر یقین رکھتا ہے،قرآن کریم کے اس چھوٹے سے فقرے کی تلاوت کافی ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ان الدین عند اللہ الاسلام کہ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اس کا پسندیدہ ہے اس کا منتخب کیا ہوا ہے اس کے علاوہ کوئی شئے اللہ کے نزدیک دین نہیں ہے۔ لیکن آج کا نوجوان اور آنے والی نسلیں سائنس اور ٹکنالوجی کے عہد کی نسلیں ہیں۔ مذہب کو سمجھائے بغیر مذہب ان سے منوایا نہیں جاسکے گا۔ وہ زمانہ گذر چکا جب اندھی تقلید عقیدت کے غلاف میں لپیٹا ہوا مذہب ایک نسل سے دوسری نسل کو ورثے میں ملتا تھا اور لوگ اس غلاف کو ہاتھ لگاتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔ آنے والی نسلوں کو تو ہمات کے راستے مذہب کے دروازے تک نہیں لے جایا جاسکتا۔ ذرائع ابلاغ نے دنیا کو سمیٹ کر چھوٹا کردیا ہے دنیا بھر کی تہذیبیں ثقافتیں بلکہ خیالات ونظریات مخلوط ہوتے جارہے ہیں۔ انٹرنٹ کے اس عہد میں ایک قوم کو دوسری قوم سے الگ نہیں رکھا جاسکتا

۔ جدید فکر کو صرف ''ہے'' کہہ کر مطمئن نہیں کیا جاسکتا ہے'' کیا ہے'' ''کیوں ہے'' اور'' کیسے ہے'' کے جواب دینے ہی پڑیں گے۔ اور جواب کے لئے عصری اسلوب اور سائنٹفک ذریعہ اظہار ضروری ہے۔ آج اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہمیں کیا حق ہے کہ صرف اسلام ہی کو اللہ کا پسندیدہ دین قرار دیں اور صرف اپنے مذہب کو صحیح اور دوسرے مذاہب کو غلط کہیں ۔ اس طرح تو ہر مذہب کے ماننے والے کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کو باطل قرار دے۔ اور یہ استدلال بھی کیا جاسکتا ہے کہ کسی شئے کے بارے میں کوئی رائے دینے کا حق صرف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اس کے بارے میں پوری طرح واقفیت حاصل ہو۔ اس وقت دنیا میں تقریباً ۱۶۰۰ مذاہب ہیں انہیں غلط یا صحیح قرار دینے کا حق اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب ہم ان مذاہب کی فلاسفی ، ان کے مراسم اور اس مذہب کی پیچیدہ نزاکتوں کا غیر جانبدارانہ اور تفصیلی مطالعہ کرلیں یعنی ۱۶۰۰ مذاہب کے صحیح مفہوم تک پہنچنے کے لئے کم سے کم ۱۶۰۰ سال کی حیات درکار ہے جو ناممکن ہے۔ یا پھر بلا تحقیق صرف آبائی مذہب پر قائم رہیں لیکن آباء واجداد کا مذہب جو بطور وراثت مل گیا ہے اس کے تعلق سے کیا ہم محسوس نہیں کرتے کہ یہ اپنا ذاتی مذہب نہیں ہے کیونکہ آدمی کا ذاتی مذہب وہی ہے جسے خود اس نے اپنی عقل وفہم کی روشنی میں ذاتی غور وفکر کے ذریعہ حاصل کیا ہو جسے وہ پوری طرح جانتا بھی ہو اور پہچانتا بھی ہو۔

ہمارے نزدیک سب سے بڑا مسئلہ دینی شعور کی کمی اور اسلامی حقائق ومعارف سے ناواقفیت ہے جس کے حصول کا ذریعہ مذہبی لٹریچر ہے۔ مثل مشہور ہے کہ قومیں اپنے لٹریچر سے پہچانی جاتی ہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ ہماری قوم خطابت میں سب سے آگے ہے مگر لٹریچر میں سب سے پیچھے ہے۔ ہمارے یہاں روز نئے خطیب تو ضرور پیدا ہورہے ہیں مگر قلم کی دنیا میں خموشی چھائی ہوئی ہے۔ کتنا عبرت کا مقام ہے کہ آج اگر کوئی ہم سے کہے کہ ہمیں کسی ایسی کتاب کا نام بتایئے جسے پڑھ کر ہم حضرت علیؑ کے کارناموں اور اس کی معنویت کو سمجھ سکیں تو ہم صحیح

سے شام تک یہی سوچتے رہ جائیں گے کہ کس کتاب کا نام لیا جائے ؟ یہ تنقید نہیں بلکہ حقیقت ہے (استثناء کے ساتھ) کہ ہماری مذہبی معلومات کا ذریعہ صرف تقاریر ہیں وہ بھی ان کی تقاریر جو تقاریر سن کر مقرر بن گئے اس لئے آج تقاضائے ممبر اور احترام ممبر ایک سوال بن کر ابھر رہا ہے۔

ان سارے مسائل کے باوجود نہ صرف دیگر ادیان کے ماننے والوں کے لئے بلکہ خود ایک مسلمان کے لئے یقین محکم کی منزل کو حاصل کرنے سے زیادہ اس سوال کا جواب تلاش کرنا ضروری ہے کہ سارے ادیان میں صرف اسلام ہی کیوں اللہ کا پسندیدہ دین قرار پایا۔قرآنی دلائل صرف مذہب اسلام کے ماننے ہی والوں کو دئے جاسکتے ہیں ۔ باقی ۱۵۹۹ ادیان کے لئے یہ دلائل کتنے قابل قبول ہوسکتے ہیں جو قرآن پر ایمان ہی نہیں رکھتے ۔ میں اپنی کم علمی کے اعتراف کے بعد عقل وشعور کی روشنی میں سائنٹفک اسلوب کے ذریعہ اس سوال کا جواب پیش کرنے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ لفظ دین جو سارے مذاہب میں مشترک لفظ ہے اس سے کیا مراد ہے۔کافی غور وفکر اور ممکنہ ذرائع سے استفادہ کرنے کے بعد ایک بات واضح ہوئی کہ سارے ادیان میں نہ صرف لفظ دین مشترک ہے بلکہ اس کا مفہوم بھی ایک ہے جس کا انسانی زندگی سے گہرا ربط ہے۔میری کمزور پرواز فکر نے لفظ دین کا جو مفہوم اخذ کیا ہے وہ بغرض تصحیح آپ کے سامنے پیش ہے کہ انسان اپنی بقاء کے لئے اپنی فطرت اپنے شعور اپنے فہم وادراک کی قوتوں کو کام میں لاتے ہوئے چند چیزوں کو پسند کرتا ہے اور استعمال میں لاتا ہے اور چند چیزوں کو ناپسند کرتا ہے اور استعمال میں نہیں لاتا۔ اس پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا تعین ایک نظام کے تحت ہوتا ہے اس نظام کا نام ہے دین ۔ یا یوں وضاحت کروں کہ بنیادی طور پر حیات انسانی ایک سسٹم تنظیم سے وابستہ رہتی ہے انسان کسی نہ کسی شئے کو اختیار کریگا اور کسی نہ کسی شئے کو ترک کریگا نہ ہر چیز اختیار کریگا نہ ہر چیز کو ترک کرے گا یہ اختیار و ترک کرنے کا عمل ایک تنظیم کے تحت ہوتا ہے ۔ بقاء کے لئے

تنظیم ضروری ہے اور تنظیم کے لئے ضابطہ ناگزیر ہے اور اسی ضابطہ حیات کا نام دین ہے ۔ واضح رہے کہ یہ تجزیہ صرف اسلام یا مسلمانوں کو پیش نظر رکھ کر نہیں بلکہ سارے انسانوں کی فطرت و شعور اور ان کے فہم و ادراک کی کوششوں کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے ہم ایک قدم اور آگے بڑھتے ہیں کہ اب اگر انسان اپنی بقاء کے لئے کسی چیز کو منتخب کرتا ہے تو یہ انتخاب انحصار کرتا ہے اس ضرورت پر جو اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسا نظام ہو جو انسان کی ساری ضرورتوں اور تقاضوں کا لحاظ رکھے تو سب سے پہلے ضرورتوں اور تقاضوں سے آگاہی لازم ہے انسان تین چیزوں کا مجموعہ ہے جسم ، نفس اور روح ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں اجزاء کے تقاضے کیا ہیں ۔ ظاہر ہے کہ جسم کے تقاضے نفس سے اور نفس کے تقاضے روح سے مختلف ہوں گے کیونکہ جسم ایک مادی شے ہے اور نفس غیر مادی جو عقل و ادراک کا سرچشمہ ہے اور روح موت وحیات کا مرکز اب ان کے تقاضے بھی باعتبار نوعیت مختلف ہوں گے یعنی جسم ان چیزوں کا طالب ہوگا جو اس کی بقا کے لئے مفید ہوں نفس ان ادراک کا تقاضہ کرے گا جو اس کی تسکین کا باعث ہو اور روح ان اقدار اور مفاہیم کی طلب گار ہوگی جنہیں مقصد زندگی بنایا جائے ۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ مادی شے کی تسکین مادی شے سے ہوگی روحانی شے کی تسکین روحانی شے سے ہوگی اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اچھی غذا ، عمدہ لباس بہترین مکان نفس کو تسکین پہنچا سکتے ہیں ۔ اور نہ یہی کہا جاسکتا کہ اعلیٰ علوم اور ادراک جسم کو مطمئن کر سکتے ہیں ۔ عالم انسانیت محتاج ہے ایک ایسے نظام کی جو اس کے تینوں اجزاء کی ضرورتوں کا لحاظ رکھے ۔ مکمل نظام صرف وہی ہوگا جو جسم کی بقاء نفس کی تسکین اور روح کی فرحت کا خیال رکھے ۔ لیکن دنیا میں دو قسم کے نظام پائے جاتے ہیں ایک وہ نظام جس نے اپنا رشتہ صرف روحانیت سے جوڑ رکھا ہے جیسے یہودیت ، عیسائیت ، ہندو ازم بدھ ازم وغیرہ جن کی کتابوں میں روحانیت کا فلسفہ تو نمایاں طور پر نظر آتا ہے لیکن سماجی اور اقتصادی مسائل کو حل کرنے کے واضح و قطعی طریقے بیان نہیں کئے گئے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان ادیان میں جسم کو فنا کرنا ، لباس سے عاری ہونا ،

آبادیوں کو ترک کر کے جنگلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جانا ہی کو کمال انسانیت سمجھا گیا۔ دوسرے نظام میں صرف مادیت پر توجہ دی گئی ان کا عقیدہ وایمان کسی ماورائے مادہ طاقت پر نہیں ہے۔ جیسے اشتراکیت، اشتمالیت سرمایہ داری وغیرہ اس نظام میں تمام تر زور روٹی کپڑا اور مکان کے مسائل پر دیا گیا روحانی افکار اخلاقی اقدار کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ اشتراکیت میں پوری حیات انسانی اور تاریخ بشریت کو صرف اقتصادیات کے محور پر گردش دی گئی ہے۔ تو اب ہمارا تجزیہ یہ رہا ہے کہ سارے ادیان میں کچھ دین مادیت سے متعلق رہے تو تور روحانیت سے واسطہ نہ رکھا اور کچھ دین روحانیت سے متعلق رہے تو مادی تقاضوں کو زبردستی نظر انداز کر دیا۔ جبکہ حیات انسانی کے لئے مکمل نظام کی تلاش ہے جو جسم کی بقاء نفس کی تسکین اور روح کی فرحت کا باعث ہے۔

اس منزل پر مکمل نظام کی تلاش سے قبل ایک انتہائی اہم پہلو پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ حیات انسانی کے نظام کو دو طاقتوں نے متعارف کرایا ہے۔ ایک نظام کو انسان یعنی مخلوق نے ترتیب دیا اور ایک نظام حیات کا تعارف اللہ یعنی خالق نے دیا۔ انسانی طاقت جس نے اپنے شعور، اپنے مشاہدے، اپنے علم اور اپنی معلومات کو بروئے کار لاتے ہوئے جو نظام مرتب کیا اس میں وقت کے ساتھ ساتھ کئی نقائص ابھر کر سامنے آتے رہے۔ پہلے تو انسان کے مرتب نظام جغرافیائی حدود میں کارآمد رہے۔ دوسرے بار بار تبدیلی وترمیم کی ضرورت پڑتی رہی تیسرے عالم انسانیت کی مکمل ضروریات سے لاعلمی جامع نظام کو مرتب کرنے میں مانع رہی۔ جس کی چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ کس طرح انسانوں کو زمین پر آزادی و بے فکری سے زندگی بسر کرنے کے لئے بڑے بڑے مفکرین وفلسفیوں نے عجیب عجیب نظریے اور راستے دکھائے جو منزل تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو گئے۔

یونانی مفکر اپیکوریس (EPICURUS) نے کہا کہ ”خداؤں کا وجود ہے لیکن وہ انسانی مسائل سے بے نیاز ہو کر خود آسمانوں میں تفریح کرتے رہے ہیں چنانچہ انسانوں کو بھی

عمل کی آزادی ملی ہے وہ بھی کھائیں پئیں مزہ کریں یہ ایپکوریس فلاسفی کا بنیادی اصول تھا۔ اس نے تو خیر خدا کا ذکر کردیا تھا اس کے بعد کے دور میں تو مشہور فلسفی نطشے (Neitzche) نے کہدیا کہ معاذ اللہ خدا جنت میں مرچکا ہے اور اب دنیا آزاد ہے خدا کی موت کے اس اعلان نے ذہنوں پر جو اثر چھوڑا اسکی ایک مثال مشہور و قابل عالم مذہبیات و دینیات جرمن مصنف ڈاکٹر فاسٹس (Dr.Fastus) جو دنیا و عیش و عشرت کی خاطر شیطان سے اپنی روح کا سودا کرلیتا ہے اور دنیا کی لذتوں کے حصول کے بعد مقررہ مدت پر جب اس کی روح قبض ہونے کا وقت آتا ہے تو وہ اپنی روح کو شیطانی طاقت سے نجات کے لئے جو فریاد و آہ وزاری کرتا ہے اس کا اثر کچھ عرصے تک ارباب علم وفکر پر رہا لیکن بعد میں مغرب نے اسے فراموش کردیا۔ موجودہ دور کے انسانی اذہان کو متاثر کرنے والی شخصیت مشہور ماہر نفسیات میگڈوگل (Mac Dougall) ہے جس نے انسانی اعمال وافعال کا ذمہ دار اس کی جبلتوں کو ٹھہرلیا۔ اور ارادہ وعقل کی قوت کو بھی انسانی جبلتوں کے زیر اثر کردیا جس کی وجہ سے اخلاقی قدروں کا فقدان ہوا۔ فرائڈ (Faraed) نے تو اخلاقی قدروں کی عظمت ختم کرنے میں کوئی کسر نہ رکھی۔ اس نے کہہ دیا کہ انسان اپنے جنسی جذبات کی تسلی وتسکین ہی کے لئے سب کچھ کرتا ہے۔ اخلاق، مذہب، آرٹ فن علم وفکر سب جنسی جذبے کی آسودگی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ذہن وفکر کو راہ حق سے ہٹانے میں کارل مارکس (Carl Marx) کی تعلیمات کا بھی بڑا اثر ہے۔ مارکس نظریہ مذہب کو ایک افیون قرار دیتا ہے۔ جو انسان کو بے حس و بے عمل بنادیتی ہے اور اسے ترقی کی راہوں پر بڑھنے سے روکتی ہے۔ مارکسی تعلیم کا ایک اہم نعرہ یہ بھی ہے کہ ''خدا کو جنت سے اور امارت کو زمین سے نکال دو'' اسی مادی تصور حیات کی ترجمانی کرتے ہوئے مارکس نے اپنا فلسفہ حیات پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''وسائل معاش کی ترقی ہی وہ چیز ہے جو لوگوں کے باہمی تعلقات پر اثر انداز ہوتی ہے کیونکہ ہر شخص زیادہ سے زیادہ وسائل پیداوار پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ دراصل وہ انسانیت کو ترقی یافتہ حیوانیت ہی کی تعبیر دے رہا تھا۔

اس کی موجودہ مثال ہمارے پیش نظر ہے کہ ایک بڑی طاقت خود کو ترقی یافتہ مہذب امن کی علمبردار ظاہر کرتے ہوئے جدید اسلحہ سے لیس ہو کر انسانی لاشوں کو کچلتے ہوئے خون کے دریاؤں میں تیرتے ہوئے اپنے مقام سے میلوں دور مختلف بہانوں سے دوسروں کے وسائل پیداوار پر پٹرول کے ذخائر پر تصرف کرنا چاہتی ہے۔ اشتراکیت کے زوال پر آیت اللہ سید روح اللہ خمینیؒ فرماتے ہیں کہ کمیونزم کی شکست ایک فطری امر ہے کیوں کہ کمیونزم انسان کو ایک مشینی وسیلہ میں تبدیل کرنا چاہتا ہے جب کہ انسان کی فطرت کچھ اور ہے۔ خداوند عالم نے اسے آزاد خلق کیا ہے اور کمیونزم انسان سے اس کے اختیارات کو سلب کر لیتا ہے بالخصوص فکری اعتبار سے۔ جب انسانی افکار کے مرتب نظام حیات ایک مقام تک پہنچ کر بکھر گئے تب ایک سچے مذہب کی ضرورت محسوس کی گئی۔

لندن کا اخبار ٹائمز اپنے اداریہ میں لکھتا ہے کہ ”اقتصادی خوشحالی کی تدابیر سے اشتراکیت کا مقابلہ کرنا جو مارشل ایڈ پلان کا خاص مقصد تھا کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ آگے لکھتا ہے کہ اشتراکیت کے مذہب اور اس کی جاذبیت کا کامیاب مقابلہ کرنے کے لئے جس سے اس وقت ہر ایک جمہوریت پرست گروہ عاجز ہے اس گہری حقیقت پر غور کرنا چاہئے کہ آخر کار ایک سچا مذہب ہی ہے جو ایک جھوٹے مذہب کے ساتھ مقابلہ کر کے اسے فنا کر سکتا ہے دنیا کے مشہور مفکر وفلاسفہ اور دیگر ادیان کے نظام حیات پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد اب اس دوسرے نظام حیات پر غور کریں جسے خالق نے متعارف کرایا ہے۔ ان اصولوں پر نظر ڈالیں جنہیں اللہ نے، خالق نے بنائے ہیں۔ جو اسلام میں ہیں دوسرے ادیان میں نہیں ہیں۔ دنیا سے تمام برائیوں کو نکال پھینکنے کے لئے صرف ایک ہی سچا مذہب ہے جس کا نظام حیات اپنے دامن میں زندگی کے سارے مسائل کا حل سمیٹے ہوئے ہے وہ ہے اسلام جو امن و سلامتی کا پیامبر ہے۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو ایک مکمل نظام حیات پیش کرتا ہے جو انسان کے تینوں اجزاء جسم نفس اور روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اسلام ہی وہ واحد نظام زندگی پیش

کرتا ہے جس میں فرد کے صحیح مقام کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کو سماجی ذمہ داریوں کا بھی حامل قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام میں زندگی کا ایک روحانی تصور بھی موجود ہے۔ جس میں اخلاقی اقدار کی روح کارفرما ہے۔ اشتراکیت کی طرح اسلام معاش کو انسانی زندگی کا محور تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کے بجائے وہ خدا کی خوشنودی و آخرت کی فلاح کو انسانی زندگی کا مرکز قرار دیتا ہے۔ اسلام انسانوں کو حقائق سے گریز کرنا نہیں سکھاتا بلکہ ان کا مقابلہ کرنا سکھاتا ہے۔ اسلام انسانوں کو رہبانیت اور ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتا۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے معنی ہیں نظام بندگی یا نظام اطاعت جس کا نصب العین مخلوق کو خالق کی مرضی پر چلانا ہے تاکہ انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کی بخشی ہوئی تمام قوتوں سے صحیح طور پر کام لے اور اس کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرے اور پھر اس طرح حیات دنیوی کو حیات اخروی سے وابستہ کرسکے۔ اسلام مادہ و روح دنیا و آخرت کی تفریق نہیں کرتا اور نہ ان کو مختلف خانوں میں تقسیم کرتا ہے بلکہ ان سب کو ہم آہنگ کرتا ہے اور اسی سے زندگی کا صحیح شعور بیدار کرتا ہے یہ مادی ضرورتوں کا قائل ہے اور اس کی اہمیت کا احساس بھی کرتا ہے اور سرمایہ سے بھی نفرت کرنا نہیں سکھاتا لیکن تزکیہ نفس کو ان پر مقدم رکھتا ہے۔ تزکیہ نفس سے ترک دنیا مراد نہیں ہے بلکہ انسانیت کا ارتقاء مراد ہے جو اللہ کے بنائے قوانین کی روشنی میں حاصل ہوتا ہے۔ اب میں قرآن کے حوالے سے انسانی فلاح کا معیار پیش کروں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قد افلح من تزکیٰ وقد خاب من دساھا۔'' اس شخص نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا۔ اس تصور حیات کے مطابق زندگی کے سارے مسائل میں انسان کا بنیادی مسئلہ پہلے اپنے نفس کا تزکیہ کرنا قرار پاتا ہے۔ روٹی اور پیٹ کے مسئلہ کو اسلام اس کا جائز مقام دیتا ہے۔ کلوا وشربوا ولاتسرفوا۔ کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو۔ اللہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اسلام نے سرمایے کی مذمت تو نہ کی لیکن اس کے حصول کے ایسے حلال ذرائع

بتائے جن سے اخلاق اقدار و نصب العین کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔ اور انسان کے فطری احساسات اور اس کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے عدل و احسان اور ایثار کے ساتھ اکتساب سرمایہ کی ہدایت دی۔ جہاں حلال طریقوں سے دولت حاصل کرنے کی اجازت دی وہیں حقوق بھی عائد کردیئے۔ اسلام میں معاشرے کے اہل ثروت پر بہت ذمہ داریوں کا بوجھ ہوتا ہے۔ انہیں اپنی عقبیٰ کی زندگی کا تصور بھی رہتا ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ قبر میں سوجانا سفر کا اختتام نہیں ہے قبر تو ایک منزل ہے جہاں حیات انسانی کا کارواں رک کر پھر دوسری دنیا کے سفر کے لئے روانہ ہوتا ہے۔ اسی لئے زکوٰۃ اور صدقہ کو سفر آخرت کا زاد راہ قرار دیا گیا۔ اور اس طرح تزکیہ نفس وتزکیہ مال کی طرف متوجہ کیا۔ اسلام کے نظام اخلاق میں اور بھی ایسی تعلیمات ہیں جس میں حاجتمندوں قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کی مدد کی طرف متوجہ کیا گیا یہاں تک کہ پڑوسی کا بھی حق بتایا گیا۔ تہذیب الاسلام میں بیت الخلاء کے آداب سے لیکر مباشرت کے احکام تک بتائے گئے۔ غرض زندگی کے ہر شعبے کے لئے ہدایات موجود ہیں ان تعلیمات پر جو اسلام کے بنیادی اصولوں سے متعلق ہیں۔ اگر دنیا انہیں اپنا لے تو انسانیت کی اصلاح کے لئے اس سے بہتر ہدایت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اسلام کے نظام اخلاق کے تحت سنوارے۔ یہ ہماری گرتی ہوئی انسانیت جسے انسانوں نے خود سولی پر چڑھا رکھا ہے اور جس کی روح پر کوڑے برسائے جارہے ہیں اسلام ہی کے بتائے ہوئے اصولوں پر چل کر نجات پاسکتی ہے اس تقابلی جائزہ کے بعد اسلام کو تمام ادیان میں اللہ کا پسندیدہ دین قرار دینے میں تردد اور کیوں کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

☆☆☆☆